

۱۰ ﴿۱۷﴾ لَّهُ فَإِنْ تَظَرُّفُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظَرِينَ
وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْ بَعْدِ ضَرَّاءٍ هَسْتَهُمْ إِذَا لَهُمْ مَكْرُورٌ
فِي أَيَّاتِنَا طُقِّلَ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا طِّلَّ إِنَّ رُسُلَنَا يُكَتَّبُونَ مَا تَنْذِرُونَ
هُوَ الَّذِي يُسِيرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْقُلُكِ
وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِّيْجَ طَلِبَّةٍ وَفِرْحُوا بِهَا جَاءَ تَهَارِيْجُ عَاصِفٌ

[۲۸] کامک و مختار تو اللہ ہی ہے، اچھا، انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

لوگوں کا حال یہ ہے کہ مصیبت کے بعد جب ہم ان کو رحمت کا مزاچھاتے ہیں تو فوراً ہی وہ ہماری نشانیوں کے معاملہ میں چال بازیاں شروع کر دیتے ہیں۔ [۲۹] ان سے کہو“ اللہ اپنی چال میں تم سے زیادہ تیز ہے، اس کے فرشتے تمہاری سب مکاریوں کو قلم بند کر رہے ہیں۔” [۳۰] وہ اللہ ہی ہے جو تم کو خشنگی اور تری میں چلاتا ہے۔ چنانچہ جب تم کشتوں میں سوار ہو کر باد موافق پر فرحان و شاداں سفر کر رہے ہو تے ہو اور پھر یہا کیک بادیں مخالف کا زور ہوتا ہے

[۲۸] یعنی جو کچھ اللہ نے اتنا رہے وہ تو میں نے پیش کر دیا، اور جو اس نے نہیں اتنا راہ میرے اور تمہارے لیے ”غیب“ ہے جس پر سوائے خدا کے کسی کا اختیار نہیں، وہ چاہے تو اتنا رہے اور نہ چاہے تو نہ اتنا رہے۔ اب اگر تمہارا ایمان لانا اسی پر موقوف ہے کہ جو کچھ خدا نے نہیں اتنا رہے وہ اترے تو اس کے انتظار میں بیٹھے رہو، میں بھی دیکھوں گا کہ تمہاری یہ ضد پوری کی جاتی ہے یا نہیں۔

[۲۹] یہ پھر اسی نقطہ کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر آیات ۱۱، ۱۲ میں گزر چکا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم ناشانی آخر کس منہ سے مانگتے ہو۔ ابھی جو نقطہ تم پر گزرا رہے اس میں تم اپنے ان معبودوں سے مایوس ہو گئے تھے جنہیں تم نے اللہ کے ہاں اپنا سفارشی ٹھیکار کھاتھا اور جن کے متعلق کہا کرتے تھے کہ فلاں آستانے کی نیاز تو تیرہ بدف ہے، اور فلاں درگاہ پر چڑھا و چڑھانے کی دیر ہے کہ مراد برآتی ہے۔ تم نے دیکھ لیا کہ ان نام نہاد خداوں کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے اور سارے اختیارات کا مالک صرف اللہ ہے۔ اسی وجہ سے تو آخر کار تم اللہ ہی سے دعا نہیں مانگنے لگتے تھے۔ کیا کافی نشانی نہ تھی کہ تمہیں اس لعلم کے برحق ہونے کا یقین آ جاتا جو محمد ﷺ تم کو دے رہے ہیں؟ مگر اس نشانی کو کیہ کہ تم نے کیا کیا؟ جو نبی کہ نقطہ دور ہوا اور باراں رحمت نے تمہاری مصیبت کا خاتمہ کر دیا، تم نے اس بلا کے آنے اور پھر اس کے دور ہونے کے متعلق ہزار قسم کی توجیہیں اور تاویلیں (چالبازیاں) کرنی شروع کر دیں تاکہ توحید کے ماننے سے نفع سکو اور اپنے شرک پر جئے رہ سکو۔ اب جن لوگوں نے اپنے ٹھیکر کو اس درج خراب کر لیا ہو نہیں آ خرکوں سی نشانی دکھائی جائے اور اس کے دکھانے سے حاصل کیا ہے؟

[۳۰] اللہ کی چال سے مراد یہ ہے کہ اگر تم حقیقت کو نہیں مانتے اور اس کے مطابق اپناؤ یہ درست نہیں کرتے تو وہ تمہیں اسی با غیان روش پر چلتے رہنے کی چھوٹ دے دے گا، تم کو جیتے جی اپنے رزق اور اپنی نعمتوں سے نوازتا رہے گا جس سے تمہارا نہ زندگانی یوں ہی تمہیں مست کیے رکھے گا، اور اس مستی کے دوران میں جو کچھ تم کرو گے وہ سب اللہ کے فرشتے خاموشی کے ساتھ بیٹھے لکھتے رہیں گے، حتیٰ کہ اچانک موت کا پیغام آ جائے گا اور تم اپنے کرو توں کا حساب دینے کے لیے دھر لیے جاؤ گے۔

وَجَاءَهُمُ الْوَجْهُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُوا أَنَّهُمْ أَحْيَطُ بِهِمْ لَا دَعْوًا
اللَّهُ مُغْلِصِينَ لَهُ الْدِرِّيْنَ هَلِّيْنُ أَنْجَيْتَنَا مِنْ هَذِهِ لَنْكُونَنَّ
مِنَ الشَّكَرِيْنَ ۚ ۲۲ فَلَمَّا آتَنَا أَنْجَمَهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ
يُغَيِّرُ الْحَقَّ يَا يَهَا النَّاسُ إِنَّمَا يَبْغِيْكُمْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ لَا مَتَاعَ الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا زَثْرَ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنَنِيْلُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۳۳
إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٌ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ
نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ وَحْتَىٰ إِذَا أَخَذَتِ
الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَأَرْتَيْتُ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَدِيرُونَ عَلَيْهَا لَا
آتَهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَانُ لَمْ تَغُنَّ

اور ہر طرف سے موجود کے تھیڑے لگتے ہیں اور مسافر سمجھ لیتے ہیں کہ طوفان میں گھر گئے اُس وقت سب اپنے دین کو اللہ ہی کے لیے خالص کر کے اس سے دعا میں مانگتے ہیں کہ ”اگر تو نے ہم کو اس بلا سے نجات دے دی تو ہم شکر گزار بندے بنیں گے۔“ [۳۱] مگر جب وہ ان کو بچایتا ہے تو پھر وہی لوگ حق سے منحرف ہو کر زمین میں بغاوت کرنے لگتے ہیں۔ لوگو، تمہاری یہ بغاوت تمہارے ہی خلاف پڑ رہی ہے۔ دنیا کی زندگی کے چند روزہ مزے ہیں (لوٹ لو)، پھر ہماری طرف تمہیں پلٹ کر آنا ہے، اُس وقت ہم تمہیں بتادیں گے کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو۔ دنیا کی یہ زندگی (جس کے نشے میں مست ہو کر تم ہماری نشانیوں سے غفلت بر تر ہے ہو) اس کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا تو زمین کی پیداوار، جسے آدمی اور جانور سب کھاتے ہیں، خوب گھنی ہو گئی، پھر میں اُس وقت جب کہ زمین اپنی بہار پر تھی اور کھیتیاں بنی سنوری کھڑی تھیں اور ان کے مالک سمجھ رہے تھے کہ اب ہم ان سے فائدہ اٹھانے پر قادر ہیں، یا کیک رات کو یادن کو ہمارا حکم آ گیا اور ہم نے اسے ایسا غارت کر کے رکھ دیا کہ گویا کل

[۳۱] یہ توحید کے برحق ہونے کی نشانی ہر انسان کے نفس میں موجود ہے۔ جب تک اسباب سازگار رہتے ہیں، انسان خدا کو بھولا اور دنیا کی زندگی پر بھولارہتا ہے۔ جہاں اسباب نے ساتھ چھوڑا اور وہ سب سہارے جن کے بل پروہجی رہا تھا ٹوٹ گئے، پھر کئے سے کئے مشرک اور سخت دہریے کے قلب سے بھی یہ شہادت المثل شروع ہو جاتی ہے کہ اس سارے عالم اسباب پر کوئی خدا کا فرمایا ہے اور وہ ایک ہی خدائے غالب و توانا ہے۔ (ملاحظہ ہوا الانعام، حاشیہ ۲۹)

بِالْأَمْسٍ طَكَذَلَكَ نُقَصِّلُ الْأُلْيَتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۚ ۖ وَاللهُ
 يَدْعُوا إِلَى دَارِ السَّلَمِ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطِ مُسْتَقِيمٍ ۖ ۖ
 لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةً طَوَّلَهُ هُمْ قَتَرُوا لَا
 ذِلَّةً طَوْلَيْكَ أَصْحَبُ الْجَنَّةَ هُمْ فِيهَا خَلِدُونَ ۚ ۖ وَالَّذِينَ كَسَبُوا
 السَّيِّئَاتِ جَزَاءً سَيِّئَةً بِمِثْلِهَا وَتَرَهُقُهُمْ ذِلَّةً طَمَاهُمْ مَنْ اللَّهُ
 مِنْ عَاصِمٍ حَكَانَهَا أَغْشَيَتْ وَجْهُهُمْ قِطْعًا مِنَ الْيَلِ مُظْلِمًا
 أَوْلَيْكَ أَصْحَبُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَلِدُونَ ۚ ۖ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ
 جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَمْكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ

وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ اس طرح ہم نہایاں کھول کر پیش کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو سونپنے کھجھنے والے ہیں۔ (تم اس ناپاسیدا رزندگی کے فریب میں بتلا ہو رہے ہو) اور اللہ تمہیں دارالسلام کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ [۳۲] (بدایت اس کے اختیار میں ہے) جس کو وہ چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھادیتا ہے۔ جن لوگوں نے بھلائی کا طریقہ اختیار کیا ان کے لیے بھلائی ہے اور مزید فضل۔ [۳۳] ان کے چہروں پر روسیا ہی اور ذلت نہ چھائے گی۔ وہ جنت کے مستحق ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور جن لوگوں نے برائیاں کمائیں ان کی براہی جیسی ہے ویسا ہی وہ بدله پائیں گے، [۳۴] ذلت ان پر مسلط ہوگی، کوئی اللہ سے ان کو بچانے والا نہ ہوگا، ان کے چہروں پر ایسی تاریکی چھائی ہوئی ہوگی۔ [۳۵] جیسے رات کے سیاہ پردے ان پر پڑے ہوئے ہوں، وہ دوزخ کے مستحق ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ جس روز ہم ان سب کو ایک ساتھ (اپنی عدالت میں) اکٹھا کریں گے، پھر ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا ہے کہیں گے کہ ٹھیر جاؤ تم بھی اور تمہارے بنائے ہوئے شرکیں بھی،

[۳۲] یعنی دنیا میں زندگی بسر کرنے کے اس طریقے کی طرف {دعوت دے رہا ہے} جو آخرت کی زندگی میں تم کو دارالسلام کا مستحق بنائے۔ دارالسلام سے مراد ہے جنت اور اس کے معنی ہیں سلامتی کا گھر، وہ جگہ جہاں کوئی آفت، کوئی نقصان، کوئی رنج اور کوئی تکلیف نہ ہو۔

[۳۳] یعنی ان کو صرف ان کی سیکی کے مطابق ہی اجنبیں ملے گا بلکہ اللہ اپنے فضل سے ان کو مزید انعام بھی بخش گا۔

[۳۴] یعنی نیکوکاروں کے برعکس بدکاروں کے ساتھ معاشرہ یہ ہو گا کہ جتنی بدی ہے اتنی ہی سزا دے دی جائے گی۔ ایسا نہ ہو گا کہ جرم سے ذرہ برابر بھی زیادہ سزا دی جائے۔

[۳۵] وہ تاریکی جو مجرموں کے چہرے پر پکڑے جانے اور بچاؤ سے مایوس ہو جانے کے بعد چھا جاتی ہے۔

فَزَيْلَنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شَرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ أَيَّاً نَعْبُدُ وَنَرْبُ⑧
 فَكُفِّي بِإِلَهٍ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ
 لَغَفِيلِينَ⑨ هُنَالِكَ تَبَلُّوا كُلُّ نَفْسٍ مَا آسَلَفَتْ وَرُدُّوا إِلَى
 بَعْضِ اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ⑩ قُلْ مَنْ
 يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمْ مَنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ
 وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدِيرُ
 الْأَمْرَ فَسِيقُولُونَ اللَّهُ فَقْلٌ أَفَلَا تَتَقَوَّنَ⑪ فَذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ

پھر ہم ان کے درمیان سے اجنبیت کا پروہ ہنادیں گے [۳۳] اور ان کے شریک کہیں گے کہ ”تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے کہ (تم اگر ہماری عبادت کرتے بھی تھے تو) ہم تمہاری اس عبادت سے بالکل بے خبر تھے۔“ [۳۴] اس وقت ہر شخص اپنے کیے کامرا چکھ لے گا، سب اپنے حقیقی مالک کی طرف پھیر دیے جائیں گے اور وہ سارے جھوٹ جوانہوں نے گھڑ رکھے تھے گم ہو جائیں گے۔ ان سے پوچھو، کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یہ ساعت اور بینائی کی تو تین کس کے اختیار میں ہیں؟ کون بے جان میں سے جان دار کو اور جان دار میں سے بے جان کو نکالتا ہے؟ کون اس نظم عالم کی تمیز کر رہا ہے؟ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ۔ کہو، پھر تم (حقیقت کے خلاف چلنے سے) پرہیز نہیں کرتے؟ تب تو یہی اللہ

[۳۶] متن میں فَزَيْلَنَا بَيْنَهُمْ کے الفاظ ہیں۔ اس کا مفہوم بعض مفسرین نے یہ لیا ہے کہ ہم ان کا باہمی ربط و تعلق توڑ دیں گے تاکہ کسی تعلق کی بنا پر وہ ایک دوسرے کا لحاظ نہ کریں۔ لیکن یہ معنی عربی محاورے کے مطابق نہیں ہیں۔ محاورہ عرب کی رو سے اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ ہم ان کے درمیان تیز پیدا کر دیں گے، یا ان کو ایک دوسرے سے میز کر دیں گے۔ اسی معنی کو ادا کرنے کے لیے ہم نے یہ طرز بیان اختیار کیا ہے کہ ”ان کے درمیان سے اجنبیت کا پروہ ہنادیں گے“، یعنی مشرکین اور ان کے معبد آئندے سامنے کھڑے ہوں گے اور دونوں گروہوں کی امتیازی حیثیت ایک دوسرے پر واضح ہوگی، مشرکین جان لیں گے کہ یہ ہیں وہ جن کو ہم دنیا میں معبد بنائے ہوئے تھے، اور ان کے معبد جان لیں گے کہ یہ ہیں وہ جنہوں نے ہمیں اپنا معبد بنارکھا تھا۔

[۳۷] یعنی وہ تمام فرشتے جن کو دنیا میں دیوی اور دیوتا قرار دے کر پوچا گیا، اور وہ تمام جن، ارواح، اسلاف، اجداد، انبیاء، اولیاء، شہداء وغیرہ جن کو خدا کی صفات میں شریک ٹھیک کروہ حقوق انہیں ادا کیے گئے جو دراصل خدا کے حقوق تھے، وہاں اپنے پرستاروں سے صاف کہ دیں گے کہ ہمیں تو خبر تک نہ تھی کہ تم ہماری عبادت بجالا رہے ہو۔ تمہاری کوئی دعا، کوئی اتبا، کوئی پکار اور فریاد، کوئی نذر و نیاز، کوئی چڑھاوے کی چیز، کوئی تعریف و مدح اور ہمارے نام کی جاپ، اور کوئی مسجدہ ریزی و آستانہ بوقی و درگاہ گردی ہم تک نہیں پہنچی۔

الْحَقُّ فِيَادًا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الصَّلْوَاتِ فَإِنِّي تُصْرِفُونَ ۝ كَذَلِكَ
 حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ فَسَقُوا أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝
 قُلْ هَلْ مِنْ شَرٍّ كَيْفُمْ مَنْ يَبْدَأُ وَالْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ طَقْلٌ
 اللَّهُ يَبْدَأُ وَالْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ فَإِنِّي تُوَفِّكُونَ ۝ قُلْ هَلْ مِنْ

تمہارا حقیقی رب ہے۔ [۳۸] پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا باقی رہ گیا؟ آخر یہ تم کدھر پھرائے جا رہے ہو؟ [۳۹] (اے نبی، دیکھو) اس طرح نافرمانی اختیار کرنے والوں پر تمہارے رب کی بات صادق آگئی کہ وہ مان کرنے دیں گے [۴۰] ان سے پوچھو، تمہارے ٹھیڑے ہوئے شریکوں میں کوئی ہے جو خلیق کی ابتداء بھی کرتا ہو اور پھر اس کا اعادہ بھی کرے؟ — کہو وہ صرف اللہ ہے جو خلیق کی ابتداء بھی کرتا ہے اور اس کا اعادہ بھی، [۴۱] پھر تم یہ کس اٹھی راہ پر چلائے جا رہے ہو؟ [۴۲]
 ان سے پوچھو تمہارے ٹھیڑے ہوئے شریکوں میں کوئی ایسا بھی ہے،

[۴۳] یعنی اگر یہ سارے کام اللہ کے ہیں، جیسا کہ تم خود مانتے ہو، تب تو تمہارا حقیقی پروردگار، مالک، آقا، اور تمہاری بندگی و عبادت کا حق دار اللہ ہی ہوا۔ یہ دوسرے جن کا ان کاموں میں کوئی حصہ نہیں آخر بوبیت میں کہاں سے شریک ہو گے؟

[۴۴] خیال رہے کہ خطاب عام لوگوں سے ہے اور ان سے سوال یہ نہیں کیا جا رہا ہے کہ ”تم کدھر پھرے جاتے ہو“ بلکہ یہ ہے کہ ”تم کدھر پھرائے جا رہے ہو۔“ اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی ایسا گمراہ کن شخص یا گروہ موجود ہے جو لوگوں کو صحیح رخ سے ہٹانا کر غلط رخ پر پھیر رہا ہے۔ اسی بنابر لوگوں سے اپیل یہ کیا جا رہا ہے کہ تم اندھے بن کر غلط رہنمائی کرنے والوں کے پیچھے کیوں چلے جا رہے ہو، اپنی گرد کی عقل سے کام لے کر سوچتے کیوں نہیں کہ جب حقیقت یہ ہے، تو آخر یہ تم کو کدھر چالایا جا رہا ہے۔ یہ طرز سوال جگہ جگہ ایسے موقع پر قرآن میں اختیار کیا گیا ہے، اور ہر جگہ گمراہ کرنے والوں کا نام لینے کے بجائے ان کو صیغہ مجھوں کے پردے میں چھاپ دیا گیا ہے، تاکہ ان کے معتقدین مختنے دل سے اپنے معاملے پر غور کر سکیں، اور کسی کو یہ کہہ کر انہیں اشتعال دلانے اور ان کا دماغی توازن بگاڑ دینے کا موقع نہ ملے کہ دیکھو یہ تمہارے بزرگوں اور پیشواؤں پر چوٹیں کی جا رہی ہیں۔ اس میں حکمت تبلیغ کا ایک اہم نکتہ پوشیدہ ہے جس سے غالباً نہ رہنا چاہیے۔

[۴۵] یعنی ایسی کھلی کھلی اور عام فہم دلیلوں سے بات سمجھائی جاتی ہے، لیکن جھوٹوں نے نہ مانے کا فیصلہ کر لیا ہے وہ اپنی ضد کی بنابر کی طرح مان کر نہیں دیتے۔

[۴۶] خلیق کی ابتداء کے متعلق تو مشرکین مانتے ہی تھے کہ یہ صرف اللہ کا کام ہے، ان کے شریکوں میں سے کسی کا اس کام میں کوئی حصہ نہیں۔ رہا خلیق کا اعادہ تو ظاہر ہے کہ جو ابتداء پیدا کرنے والا ہے وہی اس عمل پیدا لیش کا اعادہ بھی کر سکتا ہے، مگر جو ابتداء ہی پیدا کرنے پر قادر نہ ہو وہ کس طرح اعادہ پیدا لیش پر قادر ہو سکتا ہے۔ یہ بات اگرچہ صریحاً ایک معقول بات ہے، اور خود مشرکین کے دل بھی اندر سے اس کی گواہی دیتے تھے کہ بات بالکل سمجھکرنے کی ہے، لیکن انہیں اس کا اقرار کرنے میں اس بنابر تامل تھا کہ اسے مان لینے کے بعد انکار آخوت مشکل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اوپر کے سوالات پر تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ خود کبھیں گے کہ یہ کام اللہ کے ہیں، مگر یہاں اس کے بجائے نبی ﷺ سے ارشاد ہوتا ہے کہ تم ذکر کی چوت پر کہو کہ یہ ابتداء خلق کا کام بھی اللہ ہی کا ہے۔

[۴۷] یعنی جب تمہاری ابتداء کا سرا بھی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور انہیا کا سرا بھی اسی کے ہاتھ میں تو خود اپنے خیر خواہ بن کر ذرا سچو کر آخوندیں یہ کیا اور کرایا جا رہا ہے کہ ان دونوں سروں کے بیچ میں اللہ کے سوا کسی اور کو تمہاری بندگیوں اور نیاز مندیوں کا حق پہنچ گیا ہے۔

شَرِكٌ كَإِلٰمٌ مَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ قُلِ اللَّهُ يَهُدِي لِلْحَقِّ

جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہو؟ [۳۳] — کہو وہ صرف اللہ ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

[۳۳] یہ ایک نہایت اہم سوال ہے جس کو ذرا تفصیل کے ساتھ بھی لینا چاہیے۔ دنیا میں انسان کی ضرورتوں کا دائرہ صرف اسی حد تک محدود نہیں ہے کہ اس کو کھانے پینے پہنچ اور زندگی برکرنے کا سامان بھی پہنچ اور آفات، مصائب اور فحشیات سے وہ حفاظ رہے۔ بلکہ اس کی ایک ضرورت (اور حقيقة سب سے بڑی ضرورت) یہ بھی ہے کہ اسے دنیا میں زندگی برکرنے کا صحیح طریقہ معلوم ہو اور وہ جانے کہ اپنی ذات کے ساتھ، اپنی قوتوں اور قابلیتوں کے ساتھ، اس سروسامان کے ساتھ جو روئے زمین پر اس کے تصرف میں ہے، ان بے شمار انسانوں کے ساتھ جن سے مختلف حیثیتوں میں اس کو سابقہ پیش آتا ہے، اور جمیع طور پر اس نظام کائنات کے ساتھ جس کے ماتحت رہ کرہی بہر حال اس کو کام کرنا ہے، وہ کیا اور کس طرح معاملہ کرے جس سے اس کی زندگی بحیثیت جمیع کامیاب ہو اور اس کی کوششیں اور مختین غلط را ہوں میں صرف ہو کرتا ہی وہ بادی پر منج نہ ہوں۔ اسی صحیح طریقہ کا نام ”حق“ ہے اور جو رہنمائی اس طریقہ کی طرف انسان کو لے جائے وہی ”ہدایت حق“ ہے۔ اب قرآن تمام مشرکین سے اور ان سب لوگوں سے جو پیغمبر کی تعلیم کو ماننے سے انکار کرتے ہیں، یہ پوچھتا ہے کہ تم خدا کے سوا جن جن کی بندگی کرتے ہو ان میں کوئی ہے جو تمہارے لیے ”ہدایت حق“ حاصل کرنے کا ذریعہ نہ ملتا ہو یا بن سکتا ہو؟ — ظاہر ہے کہ اس کا جواب فتحی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اس لیے کہ انسان خدا کے سوا جن کی بندگی کرتا ہے وہ دو بڑی اقسام پر منقسم ہیں:

ایک وہ دیویاں، دیوتا اور زندہ یا مردہ انسان جن کی پرستش کی جاتی ہے۔ سوان کی طرف تو انسان کا رجوع صرف اس غرض کے لیے ہوتا ہے کہ فوق الفطري طریقے سے وہ اس کی حاجیں پوری کریں اور اس کو آفات سے بچائیں۔ رہی ہدایت حق تو وہ نہ کہی ان کی طرف سے آئی، نہ کبھی کسی مشرک نے اس کے لیے ان کی طرف رجوع کیا، اور نہ کوئی مشرک یہ کہتا ہے کہ اس کے یہ معبدوں سے اخلاق، معاشرت، تمدن، میں، میں، عدالت وغیرہ کے اصول سکھاتے ہیں۔

دوسرے وہ انسان جن کے بناے ہوئے اصولوں اور قوانین کی پیروی و اطاعت کی جاتی ہے۔ سو وہ رہنا تو ضرور ہیں مگر سوال یہ ہے کہ کیا فی الواقع وہ ”رہنمائے حق“ بھی ہیں یا ہو سکتے ہیں؟ کیا ان میں سے کسی کا علم بھی ان تمام حقائق پر حاوی ہے جن کو جانا انسانی زندگی کے صحیح اصول وضع کرنے کے لیے ضروری ہے؟ کیا ان میں سے کسی کی نظر بھی اس پورے دائرے پر پہنچی ہے جس میں انسانی زندگی سے تعلق رکھنے والے مسائل پھیلے ہوئے ہیں؟ کیا ان میں سے کوئی بھی ان کمزوریوں سے، ان تعصبات سے، ان شخصی یا گروہی دلچسپیوں سے، ان اغراض و خواہشات سے، اور ان رحمات و میلانات سے بالاتر ہے جو انسانی معاشرے کے لیے منصفانہ قوانین بنانے میں مانع ہوتے ہیں؟ اگر جواب فتحی میں ہے، اور ظاہر ہے کہ کوئی صحیح الدماغ آدمی ان سوالات کا جواب اثبات میں نہیں دے سکتا، تو آخر یہ لوگ ”ہدایت حق“ کا سرچشمہ کیسے ہو سکتے ہیں؟

اسی بنا پر قرآن یہ سوال کرتا ہے کہ لوگوں تمہارے ان مذہبی معبدوں اور تمدنی خداوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو راست کی طرف تمہاری رہنمائی کرنے والا ہو؟ اور پر کے سوالات کے ساتھ مل کر یہ آخری سوال دین و مذہب کے پورے مسئلے کا فیصلہ کر دیتا ہے۔ انسان کی ساری ضرورتیں دوہی نوعیت کی ہیں۔ ایک نوعیت کی ضروریات یہ ہیں کہ کوئی اس کا پروردگار ہو، کوئی طباوماوی ہو، کوئی دعاوں کا سننے والا اور حاجتوں کا پورا کرنے والا ہو جس کا مستقل سہارا اس عالم اسباب کے بے ثبات سہاروں کے درمیان رہتے ہوئے وہ تھام سکے۔ سو اور

أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمْنُ لَا يَهْدِي إِلَّا
أَنْ يَهْدِي حَفَالَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝ وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا اضطُّأْتَ
إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ عَلَيْمٌ مَا يَفْعَلُونَ ۝
وَمَا كَانَ هُذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُقْتَرَى مِنْ دُوْنِ اللَّهِ وَلِكُنْ تَصْدِيقَ
الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَبِ لَا رَبِّ فِيهِ مِنْ رَّبٍ
الْعَلَمِينَ ۝ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَاتُوا بِسُورَةِ مِثْلِهِ وَادْعُوا

پھر بھلا بتاؤ، جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود را نہیں پاتا اس کی رہنمائی کی جائے؟ آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے، کیسے الٹے الٹے فیصلے کرتے ہو؟

حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ محض قیاس و مگان کے پیچھے چلے جا رہے ہیں، [۲۴] حالاں کے مگان حق کی ضرورت کو کچھ بھی پورا نہیں کرتا۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

اور یہ قرآن وہ چیز نہیں ہے جو اللہ کی وحی و تعلیم کے بغیر تصنیف کر لیا جائے۔ بلکہ یہ تو جو کچھ پہلے آپ کا تھا اس کی تصدیق اور اکتاپ کی تفصیل ہے [۲۵] اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ فرمائی روائے کائنات کی طرف سے ہے۔

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اسے خود تصنیف کر لیا ہے؟ کہو، ”اگر تم اپنے اس الزام میں سچ ہو تو ایک سورۃ اس جیسی تصنیف کر لاؤ“

کے سوالات نے فیصلہ کر دیا کہ اس ضرورت کو پورا کرنے والا خدا کے سوا کوئی نہیں ہے۔ دوسری نوعیت کی ضروریات یہ ہیں کہ کوئی ایسا رہنماء ہو جو دنیا میں زندگی برکرنے کے صحیح اصول بتائے اور جس کے دلیے ہوئے تو ائمین حیات کی پیروی پورے اعتقاد و اطمینان کے ساتھ کی جاسکے۔ سو اس آخری سوال نے اس کا فیصلہ بھی کر دیا کہ وہ بھی صرف خدا ہی ہے۔ اس کے بعد ضد اور ہٹ دھری کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہ جاتی جس کی بنابر انسان مشرکانہ مذاہب اور لادینی (Secular) اصول تہن و اخلاق و سیاست سے چھڑا رہے۔

[۲۶] یعنی جنہوں نے مذاہب بنائے، جنہوں نے فلسفے تصنیف کیے، اور جنہوں نے تو ائمین حیات تجویز کیے، انہوں نے بھی یہ سب کچھ علم کی بنابری نہیں بلکہ مگان و قیاس کی بنابر کیا، اور جنہوں نے ان مذہبی اور دینی رہنماؤں کی پیروی کی انہوں نے بھی جان کر اور بھج کر نہیں بلکہ محض اس مگان کی بنابر ان کا انتباع اختیار کر لیا کہ ایسے بڑے بڑے لوگ جب یہ کہتے ہیں اور باپ دادا ان کو مانتے چلے آرہے ہیں اور ایک دنیا ان کی پیروی کر رہی ہے تو ضرور وہ تھیک ہی کہتے ہوں گے۔

[۲۷] ”جو کچھ پہلے آپ کا تھا اس کی تصدیق ہے، یعنی ابتداء سے جو اصولی تعلیمات انبیاء علیہم السلام کی معرفت انسان کو بھیجی جاتی رہی ہیں یہ قرآن اُن سے ہٹ کر کوئی نئی چیز نہیں پیش کر رہا ہے بلکہ انہی کی تصدیق و توثیق کر رہا ہے۔ اگر یہ کسی نئے مذہب کے بانی کی ذہنی انج کا نتیجہ ہوتا تو اس میں ضرور یہ کوشش پائی جاتی کہ پرانی صداقتوں کے ساتھ کچھ اپنا زالارنگ بھی ملا کر اپنی شان امتیاز نہیں کی جائے۔

مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَدِقِينَ ﴿٦﴾ بَلْ كَذَبُوا
يَمَالُهُرْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَكُمْ تَأْتِيهِمْ تَأْوِيلُهُ طَكَذِلَكَ كَذَبَ
الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّلَمِينَ ۷
وَمِنْهُمْ مَنْ يَؤْمِنُ بِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهِ طَوْرِبَكَ أَعْلَمُ
بِالْمُفْسِدِينَ ۸ وَإِنْ كَذَبُوكَ فَقُلْ لِّي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۹

اور ایک خدا کو چھوڑ کر جس جس کو بلا سکتے ہو مدد کے لیے بلا لو۔ [۳۶] اصل یہ ہے کہ جو چیزان کے علم کی گرفت میں نہیں آئی اور جس کا مامال بھی ان کے سامنے نہیں آیا، اس کو انہوں نے (خواہ خواہ انکل پچھو) جھٹلا دیا۔ [۳۷] اسی طرح تو ان سے پہلے کے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں، پھر دیکھ لوآن ظالموں کا کیا انجام ہوا۔ ان میں سے کچھ لوگ ایمان لا سکیں گے اور کچھ نہیں لا سکیں گے اور تیرارب ان مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔ [۳۸] اگر یہ تجھے جھٹلاتے ہیں تو کہہ دے کہ ”میرا عمل میرے لیے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لیے،

”الکتاب کی تفصیل ہے“، یعنی ان اصولی تعلیمات کو جو تمام کتب آسمانی کا لب لب (الکتاب) ہیں، اس میں پھیلا کر دلائل و شواہد کے ساتھ، تلقین و تفہیم کے ساتھ، تشریح و توضیح کے ساتھ، اور عملی حالات پر اطباق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ [۳۹] عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ چیز شخص قرآن کی فصاحت و بلاغت اور اس کی ادبی خوبیوں کے لحاظ سے تھا۔ اب از قرآن پر جس انداز سے بھیں کی گئی ہیں اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کچھ بعد بھی نہیں ہے۔ لیکن قرآن کا مقام اس سے بلند تر ہے کہ وہ اپنی یکتاں و بنیظیری کے دعوے کی بنیاد پر کھے۔ بلاشبہ قرآن اپنی زبان کے لحاظ سے بھی لا جواب ہے، مگر وہ اصل چیز جس کی بنا پر یہ کہا گیا ہے کہ انسانی دماغ ایسی کتاب تصنیف نہیں کر سکتا، اس کے مضامین اور اس کی تعلیمات ہیں۔ اس میں اعجاز کے جو جو پہلو ہیں اور جن وجوہ سے ان کا من جاتب اللہ ہونا یقین اور انسان کا ایسی تصنیف پر قادر ہونا غیر ممکن ہے ان کو خود قرآن میں مختلف مواقع پر بیان کر دیا گیا ہے۔ اور ہم ایسے تمام مقامات کی تشریح پہلے بھی کرتے رہے ہیں اور آئندہ بھی کریں گے۔ اس لیے یہاں بخوف طوال اس بحث سے اجتناب کیا جاتا ہے۔

[۴۰] تکنذیب یا تو اس بنیاد پر کی جاسکتی تھی کہ ان لوگوں کو اس کتاب کا ایک جعلی کتاب ہونا تحقیقی طور پر معلوم ہوتا۔ یا پھر اس بنیاد پر وہ معقول ہو سکتی تھی کہ جو حقیقتیں اس میں بیان کی گئی ہیں اور جو خبریں اس میں دی گئی ہیں وہ غلط ثابت ہو جاتیں۔ لیکن ان دونوں وجہوں تکنذیب میں سے کوئی وجہ بھی یہاں موجود نہیں ہے۔ نہ کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ از روئے علم جانتا ہے کہ یہ کتاب گھر کر خدا کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ نہ کسی نے پر وہ غائب کے پیچھے جھانک کریا یا کیجا یا ہے کہ واقعی بہت سے خدا موجود ہیں اور یہ کتاب خواہ خواہ ایک خدا کی خبر سناری ہے، یا فی الواقع خدا اور فرشتوں اور وحی وغیرہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور اس کتاب میں خواہ خواہ یہ افسانہ بنالیا گیا ہے۔ نہ کسی نے مرکرید کیجا یا ہے کہ دوسری زندگی اور اس کے حساب کتاب اور جزا اور ساری خبریں جو اس کتاب میں دی گئی ہیں غلط ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ذرے شک اور مگماں کی بنیاد پر اس شان سے اس کی تکنذیب کی جا رہی ہے کہ گویا علمی طور پر اس کے جعلی اور غلط ہونے کی تحقیق کر لی گئی ہے۔

[۴۱] ایمان نہ لانے والوں کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ ”خدا ان مفسدوں کو خوب جانتا ہے“، یعنی وہ دنیا کا منہ تو یہ باتیں بنانے کر